

تفہیم القرآن

البروج

ہم | پہلی آیت کے لفظ البروج کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔
 زمانہ نزول | اس کا مضمون خود یہ بتایا ہے کہ یہ سورۃ مکہ معظمہ کے اُس دور میں نازل ہوئی
 ہے جب ظلم و ستم پوری شدت کے ساتھ برپا تھا اور کفار مکہ مسلمانوں کو سخت سے سخت عذاب
 دے کر ایمان سے پھیر دینے کی کوشش کر رہے تھے۔

موضوع اور مضمون | اس کا موضوع کفار کو اُس ظلم و ستم کے بُرے انجام سے خبردار کرنا ہے جو وہ
 ایمان لانے والوں پر توڑ رہے تھے، اور اہل ایمان کو یہ تسلی دینا ہے کہ اگر وہ ان مظالم کے مقابلے
 میں ثابت قدم رہیں گے تو ان کو اس کا بہترین اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے بدلہ لے گا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے اصحابُ الاُخذود کا قصہ سنایا گیا ہے جنہوں نے ایمان
 لانے والوں کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھینک پھینک کر جلا دیا تھا۔ اور اس
 قصے کے پیرائے میں چند باتیں مومنوں اور کافروں کے ذہن نشین کرائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح
 اصحابُ الاُخذود خدا کی لعنت اور اس کی مار کے مستحق ہوئے اُسی طرح سردارانِ مکہ بھی اُس کے
 مستحق بن رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جس طرح ایمان لانے والوں نے اُس وقت آگ کے گڑھوں
 میں گر کر جان دے دینا قبول کر لیا تھا اور ایمان سے پھرنا قبول نہیں کیا تھا۔ اُسی طرح اب بھی
 اہل ایمان کو چاہیے کہ ہر سخت سے سخت عذاب بھگت لیں مگر ایمان کی راہ سے نہ ہٹیں غیرے
 یہ کہ جس خدا کے ماننے پر کافر گمبختے اور اہل ایمان اصرار کرتے ہیں وہ سب پر غالب ہے، زمین
 آسمان کی سلطنت کا مالک ہے، اپنی ذات میں آپ حمد کا مستحق ہے، اور وہ دونوں گروہوں
 کے حال کو دیکھ رہا ہے، اس لیے یہ امر یقینی ہے کہ کافروں کو نہ صرف اُن کے کفر کی سزا جہنم
 کی صورت میں ملے، بلکہ اُس پر مزید اُن کے ظلم کی سزا بھی اُن کو آگ کے چر کے دینے کی شکل

میں بھگتنی پڑے۔ اسی طرح یہ امر بھی یقینی ہے کہ ایمان لاکر نیک عمل کرنے والے جنت میں جائیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ پھر کفار کو خیر وار کیا گیا ہے کہ خدا کی یکڑ بڑی سخت ہے، اگر تم اپنے جتنے کی طاقت کے زعم میں مبتلا ہو تو تم سے بڑے جتنے فرعون اور ثمود کے پاس تھے اُن کے لشکروں کا جو انجام ہوا ہے اس سے سبق حاصل کرو۔ خدا کی قدرت تم پر اس طرح محیط ہے کہ اُس کے گھیرے سے تم نکل نہیں سکتے، اور قرآن جس کی تکذیب پر تم تھے ہوئے ہو، اُس کی ہر بات آلی ہے، وہ اُس لوح محفوظ میں ثبت ہے جس کا لکھا کسی کے بدلے نہیں بدل سکتا۔

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے
قسم ہے مضبوط قلعوں والے آسمان کی، اور اُس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے، اور دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی کہ مارے گئے گڑھے والے، اُس گڑھے والے جس میں خوب بھڑکنے تھیں اندھن کی آگ تھی جبکہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے اُن کے دیکھنے سے تھے۔ اور اہل ایمان اُنکی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے گئے تھے جو زبردست اور

۱۔ اصل الفاظ ہیں ذَاتِ الْبُرُوجِ، یعنی برجوں والے آسمان کی۔ مفسرین میں سے بعض نے اس سے مراد قدیم علم سبیت کے مطابق آسمان کے ۱۲ برج لیے ہیں۔ اور ابن عباس، مجاہد، قتادہ، حسن بصری، عطاءک اور سیدی کے نزدیک اس سے مراد آسمان کے عظیم الشان مارے اور سیارے ہیں۔
۲۔ یعنی روز قیامت۔

۳۔ دیکھنے والے اور دیکھی جانے والی چیز کے بارے میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں، مگر ہمارے نزدیک سلسلہ کلام سے جو چیز مناسب تھی ہے وہ یہ ہے کہ دیکھنے والے سے مراد ہر وہ شخص ہے جو قیامت کے روز حاضر ہوگا اور دیکھی جانے والی چیز سے مراد خود قیامت ہے جس کے ہولناک احوال کو سب دیکھنے والے دیکھیں گے۔ یہ مجاہد، عکرمہ، عطاءک، ابن نجیح اور بعض دوسرے مفسرین کا قول ہے۔

۴۔ گڑھے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بڑے بڑے گڑھوں میں آگ بھڑکا کر ایمان لانے والے لوگوں کو اُن میں پھینکا اور اپنی آنکھوں سے اُن کے جلنے کا تماشا دیکھا تھا مارے گئے کا مطلب یہ ہے کہ اُن پر

خدا کی لعنت پڑی اور وہ عذاب الہی کے مستحق ہو گئے۔ اور اس بات پر تین چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ ایک برجوں والے آسمان کی۔ دوسرے، روز قیامت کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ تیسرے، قیامت کے ہونا کہ مناظر کی اور اُس ساری مخلوق کی جو اُن مناظر کو دیکھے گی پہلی چیز اس بات پر شہادت دے رہی ہے کہ جو قادر مطلق بستی کائنات کے عظیم اثن تاروں اور تیاریوں پر حکمرانی کر رہی ہے اس کی گرفت سے یہ خفیہ و ذلیل انسان کہاں بچ کر جاسکتے ہیں۔ دوسری چیز کی قسم اس بنا پر کھائی گئی ہے کہ دنیا میں اُن لوگوں نے جو ظلم کرنا چاہا کر لیا، مگر وہ دن بہر حال آنے والا ہے جس سے انسانوں کو خبردار کیا جا چکا ہے کہ اُس میں ہر مظلوم کی دادی اور ہر ظالم کی پکڑ ہوگی۔ تیسری چیز کی قسم اس لیے کھائی گئی ہے کہ جس طرح ان ظالموں نے اُن کے لیے اہل ایمان کے جلنے کا تماشا دیکھا اُسی طرح قیامت کے روز ساری مخلوق دیکھے گی کہ ان کی خیر کس طرح لی جاتی ہے۔

گر ٹھوں میں آگ جلا کر ایمان والوں کو اُن میں پھینکنے کے منعد و واقعات روایات میں بیان ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کئی مرتبہ اس طرح کے مظالم کیے گئے ہیں۔

ان میں سے ایک واقعہ حضرت صہیبؓ رومی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک ساحر تھا۔ اُس نے اپنے بڑھاپے میں بادشاہ سے کہا کہ کوئی لڑکا ایسا مامور کر دے جو مجھ سے یہ سحر سیکھ لے۔ بادشاہ نے ایک لڑکے کو مقرر کر دیا۔ مگر وہ لڑکا ساحر کے پاس آئے جاتے ایک راہب سے بھی رجوعاً پیر و ان مسیح علیہ السلام میں سے تھا، ملنے لگا اور اس کی باتوں سے متاثر ہو کر ایمان لے آیا حتیٰ کہ اس کی تربیت سے صاحبِ کرامت ہو گیا اور اندھوں کو بینا اور کورھوں کو ندرست کرنے لگا۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لڑکا توحید پر ایمان لے آیا ہے تو اس نے پہلے تو راہب کو قتل کیا، پھر اس لڑکے کو قتل کرنا چاہا، مگر کوئی سبھیارا اور کوئی حربہ اُس پر کارگر نہ ہوا۔ آخر کار لڑکے نے کہا کہ اگر تو مجھے قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو مجمع عام میں باسم رب الغلام (اس لڑکے کے رب کے نام پر) کہہ کر مجھے تیرا، میں مرجاؤں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور لڑکا مر گیا۔ اس پر لوگ پکار اٹھے کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے اُس سے کہا کہ یہ تو وہی کچھ ہو گیا جس سے آپ پنا چاہتے تھے۔ لوگ آپ کے دین کو چھوڑ کر اس لڑکے کے دین کو مان گئے۔ بادشاہ یہ حالت دیکھ کر غصے میں بھر گیا۔ اس نے مٹکوں کے کنارے گڑھے کھدوائے ان میں آگ بھروائی، اور جس جس نے ایمان سے پھرنا قبول نہ کیا اس کو آگ میں پھینکوا دیا۔ احمد، مسلم، نسائی، ترمذی ابن جریر، عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، طبرانی، عبد بن حمید۔

دوسرا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایران کے ایک بادشاہ نے شراب پنی کر اپنی بہن سے زنا کا ارتکاب کیا اور دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات استوار ہو گئے۔ بات کھلی تو بادشاہ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ خدا نے بہن سے نکاح حلال کر دیا ہے۔ لوگوں نے اسے قبول نہ کیا تو اس نے طرح طرح کے عذاب دے کر عوام کو یہ بات ماننے پر مجبور کیا، یہاں تک کہ وہ آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں براس شخص کو بچھکوتا چلا گیا جس نے اسے ماننے سے انکار کیا۔ حضرت علی کا بیان ہے کہ اُسی وقت سے مجوسیوں میں محرمات سے نکاح کا طریقہ رائج ہوا ہے (ابن جریر)۔

تیسرا واقعہ ابن عباسؓ نے غالباً اسرائیلی روایات سے نقل کیا ہے کہ باہل والوں نے بنی اسرائیل کو دین ہودی عبد السلام سے پھر جانے پر مجبور کیا تھا یہاں تک کہ انہوں نے آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں اُن لوگوں کو پھینک دیا جو اس سے انکار کرتے تھے (ابن جریر، عبد بن حمید)۔

سب سے مشہور واقعہ نجران کا ہے جسے ابن ہشام، طبری، ابن خلدون اور صاحب منہج المبتدان وغیرہ اسلامی مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خمیر دین، کا بادشاہ تیان اسعد ابو کرب ایک مرتبہ شرب کیا چلا۔ یہودیوں سے متاثر ہو کر اس نے دین یہود قبول کر لیا اور بنی قریظہ کے دو یہودی عالموں کو اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں اس نے بڑے پیمانے پر یہودیت کی اشاعت کی۔ پھر اس کا بیٹا ذونواس اس کا جانشین ہوا اور اُس نے نجران پر، جو جنوبی عرب میں عیسائیوں کا گڑھ تھا، حملہ کیا تاکہ وہاں سے عیسائیت کا خاتمہ کر دے اور اس کے باشندوں کو یہودیت اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ (ابن ہشام کہتا ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے اصل دین پر قائم تھے)۔ نجران پہنچ کر اس نے لوگوں کو دین یہود قبول کرنے کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کیا۔ اس پر اس نے بکثرت لوگوں کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھینک کر جلوا دیا اور بہت سوں کو قتل کر دیا، یہاں تک کہ مجموعی طور پر ۲۰ ہزار آدمی مارے گئے۔ اہل نجران میں سے ایک شخص دوس ڈو ثعلبان بھاگ نکلا اور ایک روایت کی رو سے اُس نے قبصر روم کے پاس جا کر، اور دوسری روایت کی رو سے حبش کے بادشاہ نجاشی کے ہاں جا کر اس ظلم کی شکایت کی۔ پہلی روایت کی رو سے قبصر نے حبش کے بادشاہ کو لکھا، اور دوسری روایت کی رو سے نجاشی نے قبصر سے بحری بیڑہ فرستہ کرنے کی درخواست کی۔ بہر حال آخر کار حبش کی ۱۰ ہزار فوج آریا ط نامی ایک جنرل کی قیادت میں مین پر حملہ آور ہوئی، ذونواس مارا گیا، یہودی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، اور مین حبش کی عیسائی سلطنت کا ایک حصہ بن گیا۔

اسلامی مؤرخین کے بیانات کی نہ صرف تصدیق دوسرے تاریخی ذرائع سے ہوتی ہے بلکہ ان سے بہت سی مزید تفصیلات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یمن پر سب سے پہلے عیسائی مبشروں کا قبضہ ۳۲۵ء میں ہوا تھا اور ۳۶۳ء تک جاری رہا تھا۔ اُس زمانے میں عیسائی مشنری یمن میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ اُسی کے قریب دور میں ایک زائد عابد اور صاحب کشت و کرامت عیسائی تباخ فیمیون (FAYMIYUN) نامی نجران پہنچا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو مسیحیت پرستی کی بُرائی سمجھائی اور اس کی تبلیغ سے اہل نجران عیسائی ہو گئے۔ ان لوگوں کا نظام تین سردار چلاتے تھے۔ ایک سید، جو قبائلی شیوخ کی طرح بڑا سردار اور خارجی معاملات، معاہدات اور فوجوں کی قیادت کا ذمہ دار تھا۔ دوسرا عاقب، جو داخلی معاملات کا نگران تھا۔ تیسرا اسقف (بشپ) جو مذہبی پیشوا ہوتا تھا۔ جنوبی عرب میں نجران کو بُری اہمیت حاصل تھی۔ یہ ایک بڑا تجارتی اور صنعتی مرکز تھا۔ لُسرا چمڑے اور اسلحہ کی صنعتیں یہاں چل رہی تھیں۔ شہور محلہ یمانی بھی یہیں تیار ہوتا تھا۔ اسی بنا پر محض مذہبی وجوہ ہی سے نہیں بلکہ سیاسی اور معاشی وجوہ سے بھی ژونواس نے اس اہم مقام پر حملہ کیا۔ نجران کے سید جابر نے کوجے سُرِیانی مؤرخین ARETHAS کہتے ہیں: قتل کیا، اس کی بیوی رومہ کے سامنے اس کی دو بیٹیوں کو مار ڈالا اور اسے ان کا خون پینے پر مجبور کیا، پھر اسے بھی قتل کر دیا۔ اسقف پال (PAUL) کی ٹہیاں قبر سے نکال کر جلادیں اور آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں عورت، مرد، بچے، بوڑھے، پادری، رابب، سب کو ہچکچا دیا۔ مجموعی طور پر ۲۰۰۰ چالیس ہزار تک مقتولین کی تعداد بیان کی جاتی ہے۔ یہ واقعہ اکتوبر ۳۲۵ء میں پیش آیا تھا۔ آخر کار ۵۲۵ء میں مبشروں نے یمن پر حملہ کر کے ژونواس اور اس کی خمیری سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ اس کی تصدیق جنسن غراب کے کتبے سے ہوتی ہے جو یمن میں موجود زمانہ کے محققین آثارِ قدیمہ کو ملا ہے۔

پچھٹی صدی عیسوی کی متعدد عیسائی تحریرات میں اصحاب الاعداد کے اس واقعہ کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں جن میں سے بعض عین زمانہ حادثہ کی لکھی ہوئی ہیں اور عینی شاہدوں سے سُن کر لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے تین کتابوں کے مُسْتَف اس واقعہ کے ہم عصر ہیں۔ ایک پروکوپیوس۔ دوسرا کوسماس اینڈیکوپلےسٹس (COSMAS INDICOPLEUSTIS)۔ جو نجاشی ایلیسبوعان (ELESBOAN) کے حکم سے اُس زمانے میں پطلمیوس کی یونانی کتابوں کا ترجمہ کر رہا تھا اور حبش کے ساحلی شہر آڈولیس (ADOLIS) میں مقیم تھا تیسرا جوختس ملا (JOHANNES MALALA) جس سے بعد کے متعدد مؤرخین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد یوختس افسوسی (JOHANNES OF EPHEBUS) منوٹی ۵۵۰ء نے اپنی تاریخ کنیسس

اپنی ذات میں آپ محمود ہے، جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے، اور وہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔
 میں نصاریٰ نجران کی تغذیب کا قصہ اس واقعہ کے معاصر راوی اسقف مارشمون (SIMON) کے ایک
 خط سے نقل کیا ہے جو اس نے دیر جبکہ کے رئیس (ABBOT VON GABULA) کے نام لکھا تھا، اور
 مارشمون نے اپنے خط میں یہ واقعہ اُن اہل یمن کے آنکھوں دیکھے بیان سے روایت کیا ہے جو اس موقع پر موجود
 تھے۔ یہ خط ۸۸۱ء میں روم سے اور ۸۹۹ء میں شہدائے مسیحیت کے حالات کے سلسلے میں شائع ہوا ہے یعقوبی

بطرقي ڈائیونیسیوس (PATRIARCH DIONYSIUS) اور زکریا مدلی (ZACHARIA) (OF MITYLENE)
 نے اپنی سرانی تاریخوں میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ یعقوب سروری کی کتاب درباب
 نصاریٰ نجران میں بھی یہ ذکر موجود ہے۔ اٹھا (EDESSA) کے اسقف پولس (PULUS) نے نجران
 کے ہلاک شدگان کا مرثیہ لکھا جو اب بھی دستیاب ہے۔ سرانی زبان کی تصنیف کتاب التخمیرین کا انگریزی ترجمہ
 (BOOK OF THE HIMYARITES) ۹۲۷ء میں لندن سے شائع ہوا ہے اور وہ مسلمان مورخین
 کے بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ برٹش میوزیم میں اُس عہد اور اس سے قریبی عہد کے کچھ حبشی مخطوطات بھی موجود ہیں
 جو اس قصے کی تائید کرتے ہیں۔ فلیبی نے اپنے سفر نامے (ARABIAN HIGHLANDS) میں لکھا ہے
 کہ نجران کے لوگوں میں اب تک وہ جگہ معروف ہے جہاں اصحاب الاخدود کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اقم خرق کے
 پاس ایک جگہ چٹانوں میں کھدی ہوئی کچھ تصویریں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور کعبہ نجران جس جگہ واقع تھا اس کو بھی آج
 کل کے اہل نجران جانتے ہیں۔

حبشی عیسائیوں نے نجران پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں کعبہ کی شکل کی ایک عمارت بناتی تھی جسے وہ مکہ کے
 کعبہ کی جگہ مرکزی حیثیت دینا چاہتے تھے۔ اس کے آس پاس عمارتیں باندھتے تھے اور اس کو حرم قرار دیا گیا تھا۔
 رومی سلطنت بھی اس کعبہ کے لیے مالی اعانت بھیجتی تھی۔ اسی کعبہ نجران کے پادری اپنے سید اور عاقبت اسقف
 کی قیادت میں مناظر کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مباہلہ کا وہ مشہور واقعہ
 پیش آیا تھا جس کا ذکر سورہ آل عمران آیت ۶۱ میں کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، آل عمران حاشیہ ۲۹)۔

۵۰ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے اُن اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے جن کی بنا پر وہی اس کا مستحق ہے کہ اُس پر ایمان
 لایا جائے، اور وہ لوگ ظالم ہیں جو اس بات پر گھبراتے ہیں کہ کوئی اس پر ایمان لائے۔

جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں پر ظلم و ستم توڑا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے یقیناً ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کی سزا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، یقیناً ان کے لیے جنت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ بے بڑی کامیابی۔

درحقیقت تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ بخشنے والا ہے محبت کرنے والا ہے، عرش کا مالک ہے، بزرگ و بزرگوار ہے، اور جو کچھ چاہے کر دے والا ہے۔ کیا تمہیں شکروں کی خبر پہنچی ہے؟ فرعون اور ثمود کے لشکروں کی؟ مگر جنہوں نے کفر کیا ہے وہ جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ نے ان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ان کے جھٹلانے سے اس قرآن کا کچھ نہیں بگڑتا، بلکہ یہ قرآن بلند پایہ ہے اُس لوح میں (نقش ہے) جو محفوظ ہے۔

جہنم کے عذاب سے الگ جلائے جانے کی سزا کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ انہوں نے مظلوم لوگوں کو آگ کے کڑھے میں پھینک کر زندہ جلایا تھا۔ غالباً یہ جہنم کی عام آگ سے مختلف اور اس سے زیادہ سخت کوئی اور آگ ہو گی جس میں وہ جلائے جائیں گے۔

بخشنے والا ہے کہہ کر یہ امید دلائی گئی ہے کہ کوئی اگر اپنے گناہوں سے باز آ کر توبہ کرے تو اس کے دامن رحمت میں جگہ پاسکتا ہے۔ محبت کرنے والا کہہ کر یہ بتایا گیا ہے کہ اس کو اپنی خلق سے عداوت نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اس کو مبتلائے عذاب کرے، بلکہ جس مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے اُس سے وہ محبت رکھتا ہے اور سزا صرف اُس وقت دیتا ہے جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے۔ مالک عرش کہہ کر انسان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ سلطنت کائنات کا فرمانروا وہی ہے، اُس سے سرکشی کرنے والا اس کی پکڑ سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ بزرگ و بزرگوار کہہ کر انسان کو اس کمینہ پن پر متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ ایسی ہستی کے مقابلہ میں گستاخی کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اور آخری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جو کچھ چاہے کر دے والا ہے، یعنی پوری کائنات میں کسی کی بھی یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ جس کام کا ارادہ کرے اس میں وہ مانع و مفرح ہو سکے۔

۷۷۔ رُوئے سخن اُن لوگوں کی طرف ہے جو اپنے طاقتور حقیقوں کے زعم میں خدا کی زمین پر سرکشاں کر رہے ہیں لیکن فرمایا جا رہا ہے کہ کچھ تمہیں خبر بھی ہے کہ اس پہلے جن لوگوں نے اپنے حقیقوں کی طاقت کے بل پر یہی سرکشاں کی تھیں وہ انجان بن چکے ہیں۔

۷۸۔ مطلب یہ ہے کہ اس قرآن کا لکھا آمٹ ہے، اُل ہے، خدا کی اُس لوح محفوظ میں ثبت ہے جس کا اندر کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا، جو بات اس میں لکھ دی گئی ہے وہ پوری ہو کر رہنے والی ہے، تمام دنیا مل کر بھی اسے باطل کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی۔